ایم مبارک احمد خان ایمن آبادی

گزارِش

نَاظِرِین کِرَام :- یہ بیش بہا مضمون جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہُوں - میں اِس کی اشاعت کے لئے ایک عرصہ سے بیتاب تھا - اور میرے دِل میں ہمیشہ تڑپ رہی - کہ اِس مضمون کو اہلِ دل حضرات تک پہنچاؤں - مگر کوئی مُوقعہ میسّر نہ آسکا - اِمسال سفرِ حج میں ایک دن خاص بیت اللہ شریف میں ایک خالص دینی مہم کیلئے بارگاہِ الٰہی میں دَست بدُعا ہوا - تو مجُھے اِس مضمون کو شائع کرنے کیلئے بڑے زور سے تحریک ہوئی - اور میں نے بطور نذر (مَنّت) اِس کے شائع کرنے کا عزم کر لیا - سو میں اُسی عہد کے مطابق اِس عظیم الشّان مضمون کو شائع کر کے پیشِ خدمت کر رہا ہُوں :

حضرات ! یہ وہ معرکتہ الآرا مضمون ہَے جس نے ہزاروں تشنہ لبُوں کو سیراب اَور بیشمار خُفتہ دلوں کو بیدار کیا ہے - اور اِس کے مطالعہ سے بہتیرے قلوُب میں آتشِ محبّتِ الٰہی شعلہ زن ہوئی - اور اکثر زنگ آلوُدہ

دِل صیقل ہو گئے - بلکہ خود میرا اپنا تجربہ ہے - کہ میں نے جتنی بار بھی اس مضمون کو مطالعہ کیا ہے - سیری نہیں ہوئی - ہر دفعہ ایک نیا رنگ دیکھا ہے - اور نئی لذّت پائی ہے - مَیں اُمید رکھتا ہوں - کہ جن دلوں میں محبت اور معرفت الٰہی کی تڑپ کچھ بھی باقی ہے - وُہ اس عشق و محبّت میں ڈوبے ہوئے مضمون کا مطالعہ کر کے یقیناً ایک لازوال نعمت سے حِصّہ پائیں گے اگر تشنگانِ محبّتِ الٰہی کی پیاس ان چند سطور سے فرو نہ ہو سکے - تو وُہ بقیہ مضمون مسیحِ زمان مہدیٔ دَوراں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السّلام کی مؤلّفہ کتاب "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں سے بہ تفصیل ملاحظہ فرما کر شاد کام و فائز المرام ہوں ؃

اور اگر کسی صاحب کو میری اِس ناچیز خدمت سے فائدہ پہنچے تو جہاں وہ مجھ گناہگار کی مغفرت کے لئے دُعا کرے - وہاں میرے محسنِ گرامی حضرت ممدوح الصّدر کے لئے بھی بارگاہ الٰہی سے رحمتوں اور برکتوں کا طالب ہو - کیونکہ میرا یہ شوق اور تڑپ اسی پاک وجُود کی تربیت کا نتیجہ ہے -

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
دگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

خاکسار ابو حنیف قاضی علی محمدؐ عفا اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۹ مئی ۱۹۳۹ء)

مقامِ عشق

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

اِسلام چیز کیا ہے خدا کیلئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضئ خُدا

کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اُس سے ہیں جُدا

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دِل
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دِل

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حُسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

عاشق جو ہیں وہ یار کو مَر مَر کے پاتے ہیں
جب مر گئے تو اسکی طرف کھینچے جاتے ہیں

جو مر گئے اُنہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اس رہ میں زندگی نہیں ملتی بجز مُمات

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

(کلام حضرت امامؑ)

مدح قرآن شریف

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا ۔ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا ۔ ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی تیرا فُرقاں ہے کہ اِک عالم ہے ۔ جو ضروری تھا وہ سب اُس میں مہیّا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ۔ مئے عِرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ۔ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰؑ کا عصا ہے فُرقاں ۔ پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصُور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور ۔ ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

نعت حضرت نبی کریمؐ

(کلام الامامؑ)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نورِ سارا ۔ نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر ۔ لیک از خدائے برتر خیر الورٰی یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے ۔ اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی ۔ دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے ۔ وہ طیّب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا ۔ وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں ۔ وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

۷۸۶

حقیقتِ اِسلام

اِسلام کے لغوی معنے

اَب واضح ہو کہ لغت عرب میں اسلام اس کو ...کہتے ہیں۔ کہ بطور پیشگی ایک چیز کا مول دیا جائے۔ ...ور یا یہ کہ کسی کو اپنا کام سونپیں۔ اور یا یہ کہ صلح ...کے طالب ہوں۔ اَور یا یہ کہ کسی اَمر یا خصُومت ...و چھوڑ دیں ٭

اِسلام کے اِصطلاحی معنی

اَور اِصطلاحی معنے اسلام کے وُہ ہیں۔ جو ...س آیت کریمہ میں اُس کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی

یہ کہ بَلیٰ مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ
فَلَہٗ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا
ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ یعنی مسلمان وُہ ہے جو خدا تعالیٰ
کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سَونپ دیوے یعنی
اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُس کے ارادوں
کی پیروی کے لئے اَور اُس کی خوشنودی کے حاصل
کرنے کے لئے وقف کر دیوے۔ اَور پھر نیک کاموں
پر خدُا تعالےٰ کے لئے قائم ہو جائے اَور اپنے
وجود کی تمام عملی طاقتیں اُس کی راہ میں لگا دیوے
مطلب یہ ہے۔ کہ اعتقادی اَور عملی طور پر محض
خدا تعالیٰ کا ہو جاوے ۞

اِعتقادِی" طور پر اِس طرح سے کہ اپنے
تمام وجود کو درحقیقت ایک اَیسی چیز سمجھ لے جو
خدا تعالیٰ کی شناخت اور اُس کی طاعت اور اُس
کے عِشق اور محبّت اَور اُس کی رضامندی حاصل
کرنے کے لِئے بنائی گئی ہے ۞

اور "عملی" طور پر اس طرح سے کہ خالصًا لِلّٰہ ۔

حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوّت سے متعلق اور ہر ایک
خدا داد توفیق سے وابستہ ہیں بجا لاوے۔ مگر
ایسے ذوق و شوق و حضور سے کہ گویا وہ اپنی
فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبُودِ حقیقی کے
چہرہ کو دیکھ رہا ہے ۞

پھر بقیہ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ جس کی اعتقادی
وعملی صفائی ایسی محبّت ذاتی پر مبنی ہو اور اَیسے
طبعی جوش سے اعمالِ حسنہ اُس سے صادر ہوں۔
وُہی ہے۔ جو عند اللہ مستحقّ اجر ہے اَور اَیسے لوگوں
پر نہ کچھ خوف ہے اَور نہ وُہ کچھ غم رکھتے ہیں۔
یعنی اَیسے لوگوں کے لئے نجات نقد موجود ہے ۞
کیونکہ جب اِنسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور
صفات پر ایمان لا کر اُس سے موافقتِ تامّہ ہو
گئی اور ارادہ اُس کا خدا تعالیٰ کے ارادہ سے
ہمرنگ ہوگیا اَور تمام لذّت اُس کی فرمانبرداری
میں ٹھہر گئی۔ اور جمیع اعمال صالحہ نہ مشقّت
کی راہ سے بلکہ تلذّذ اور احتظاظ کی کشش سے

صادر ہونے لگے - تو یہی وہ کیفیّت ہے - جس
کو فلاح اور نجات اور رستگاری سے موسوم
کرنا چاہئے - اور عالم آخرت میں جو کچھ نجات
کے متعلق مشہود و محسوس ہوگا - وہ درحقیقت اسی
کیفیّتِ راسخہ کے اظلال و آثار ہیں - جو اُس جہان
میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائیں گے - مطلب یہ
ہے - کہ بہشتی زندگی اِسی جہان سے شروع ہو
جاتی ہے - اَور جہنّمی عذاب کی جڑھ بھی اِسی جہان
کی گندی اَور کورانہ زلیست ہے ٭

حقیقی اِسلام کے اثرات

اَب آیات ممدوحہ بالا پر ایک نظرِ غور ڈالنے
سے ہر ایک سلیمُ العقل سمجھ سکتا ہے - کہ اِسلام
کی حقیقت تب کسی میں متحقق ہو سکتی ہے - کہ
جب اُس کا وجُود معہ اَپنے تمام باطنی و ظاہری
قویٰ کے محض خُدا تعالیٰ کے لئے اَور اُس کی راہ

میں وقف ہو جاوے - اور جو امانتیں اس کو خدا تعالےٰ
کی طرف سے ملی ہیں - پھر اُسی مُعطیِ حقیقی کو واپس
دی جائیں - اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل
کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اُس کی حقیقتِ
کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے - یعنی شخصِ
مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے - کہ اُس کے
ہاتھ اَور پیر اَور دِل اَور دماغ اَور اُس کی عقل
اَور اُس کا فہم اور اُس کا غضب اَور اُس کا رحم
اَور اُس کا حِلم اور اُس کا عِلم اَور اُس کی تمام
رُوحانی اَور جسمانی قوّتیں اَور اُس کی عزّت اَور اُس
کا مال اَور اُس کا آرام اَور سرُور اَور جو کچھ
اُس کا سر کے بالوں سے پیروں کے ناخنوں
تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے - یہانتک کہ
اُس کی نیّات اور اُس کے دِل کے خطرات اور
اُس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے اَیسے
تابع ہو گئے ہیں - کہ جیسے ایک شخص کے اعضا
اُس شخص کے تابع ہوتے ہیں - غرض یہ ثابت

ہو جائے - کہ صدق قدم اِس درجہ تک پہنچ گیا
ہے - کہ جو کچھ اُس کا ہے وُہ اُس کا نہیں بلکہ
خُدا تعالیٰ کا ہو گیا ہے - اَور تمام اعضا اَور قوٰی
اِلٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں - کہ گویا وہ
جوارِحُ الحق ہیں ؎

وقفِ زندگی کے دو طریق

اور ان آیات پر غور کرنے سے یہ بات بھی
صاف اور بدیہی طور پر ظاہر ہو رہی ہے - کہ
خُدا تعالےٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو
حقیقتِ اسلام ہے - دو قسم پر ہے - ایک یہ
کہ خُدا تعالےٰ کو ہی اپنا معبُود اَور مقصُود اَور
محبُوب ٹھہرایا جاوے - اَور اُس کی عبادت اَور
محبّت اَور خوف اَور رجا میں کوئی دُوسرا شریک
باقی نہ رہے اَور اُس کی تقدیس اَور تسبیح اَور
عبادت اَور تمام عبُودیّت کے آداب اَور احکام

اَور اوامر اَور حُدود اَور آسمانی قضا و قدر کے
اُمور بدِل و جان قبُول کئے جائیں - اَور
نہایت نیستی اور تذلّل سے اِن سب حُکموں اَور
حدّوں اَور قانُونوں اَور تقدیروں کو بارادتِ تام
سر پر اُٹھا لیا جاوے - اَور نیز وُہ تمام پاک
صَداقتیں اَور پاک معارف جو اُس کی وسیع
قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اُس کی ملکُوت
اَور سلطنت کے عُلوِّ مرتبہ کو معلوم کرنے کے لئے
ایک واسطہ اَور اُس کے آلاء اور نعماء کے پہچاننے
کے لئے ایک قوی رَہبر ہیں - بخُوبی معلوم کر
لی جائیں ؎

دوسَری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زِندگی
وقف کرنے کی یہ ہے - کہ اُس کے بندوں کی
خِدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور باربرداری
اَور سچّی غم خواری میں اپنی زِندگی وقف کردی
جاوے - دوسروں کو آرام پہنچانے کے لِئے
دُکھ اُٹھاویں - اَور دُوسروں کی راحت کے لِئے

اپنے پر رنج گوارا کر لیں ۔

حقیقی مسلمان کون ہے

اِس تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام کی حقیقت
نہایت ہی اعلیٰ ہے۔ اور کوئی اِنسان کبھی اِس
شریف لقب اہلِ اسلام سے حقیقی طور پر ملقّب
نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود
معہ اُس کی تمام قوّتوں اور خواہشوں اور
ارادوں کے حوالہ بخدا نہ کر دیوے اور اپنی
انانیّت سے معہ اُس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اُٹھا
کر اُسی کی راہ میں نہ لگ جاوے۔ پس حقیقی طور
پر اُسی وقت کسی کو مسلمان کہا جائے گا۔ کہ
جب اُس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت انقلاب
وارد ہو کر اُس کے نفسِ امّارہ کا نقشِ ہستی معہ
اُس کے تمام جذبات کے یکدفعہ مِٹ جائے۔
اور پھر اِس موت کے بعد محسن لِلّٰہ ہونے کے

نئی زندگی اس میں پیدا ہو جائے۔ اور وہ ایسی پاک
زندگی ہو۔ جو اُس میں بجزُ طاعتِ خالق اور ہمدردی
مخلوق کے اور کچھ بھی نہ ہو ۔

طاعتِ خالق کیا ہے

خالق کی طاعت اِس طرح سے کہ اُس کی
عزّت و جلال اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے
بے عزّتی اور ذلّت قبول کرنے کے لئے مستعد
ہو اور اُس کی وحدانیّت کا نام زندہ کرنے
کے لئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنے کے
لئے طیّار ہو اور اس کی فرمانبرداری میں
ایک ہاتھ دُوسرے ہاتھ کو بخوشی خاطر
کاٹ سکے۔ اور اس کے احکام کی عظمت کا
پیار اور اُس کی رضا جوئی کی پیاس گناہ سے
ایسی نفرت دلاوے۔ کہ گویا وہ کھا جانے
والی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنے والی
ایک زہر ہے۔ یا بھسم کر دینے والی ایک

بجلی ہے ۔ جس سے اپنی تمام قوتوں کے
ساتھ بھاگنا چاہئے ۔ غرض اُس کی مرضی
ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات
چھوڑ دے اور اُس کے پیوند کے لئے جانکاہ
زخموں سے مجرُوح ہونا قبول کر لے ۔ اور
اُس کے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب
نفسانی تعلقات توڑ دے ؎

خِدمتِ خلق کیا ہے

اَور خلق اللہ کی خِدمت اِس طرح سے
کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں ۔ اور جس
قدر مختلف وجُوہ اور طُرق کی راہ سے قسامِ
ازل نے بعض کا محتاج کر رکھا ہے ۔ ان
تمام امور میں محض اللہ اپنی حقیقی اور بے
غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود
سے صادر ہو سکتی ہے ۔ ان کو نفع پہنچا
دے ۔ اور ہر ایک مدد کے محتاج کو اپنی

خدا داد قوت سے مدد دے اور اُن کی
دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کے لئے
زور لگا دے ؎

مگر یہ للٰہی وقف محض اُس صُورت
میں اسم بامسمّٰی ہوگی ۔ کہ جب تمام اعضاء
للٰہی طاعت کے رنگ سے ایسے رنگ پذیر
ہو جائیں ۔ کہ گویا وہ ایک الٰہی آلہ ہیں ۔ جن
کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً افعالِ الٰہیّہ ظہور
ہوتے ہیں ۔ یا ایک مصفّا آئینہ ہیں جس میں
تمام مرضیات الٰہیّہ بصفاء تام عکسی طور پر
ظہور پکڑتی رہتی ہیں ۔ اور جب اس درجہ
کاملہ پر للٰہی طاعات و خدمات پہنچ جائیں ۔
تو اِس صبغۃ اللہ کی برکت سے اِس وصف
کے انسان کے قوٰے اور جوارح کی نسبت
وحدتِ شہودی کے طور پر یہ کہنا صحیح ہوتا
ہے ۔ کہ مثلاً یہ آنکھیں خدا تعالیٰ کی آنکھیں
اور یہ زبان خدا تعالیٰ کی زبان اور یہ ہاتھ

خدا تعالےٰ کے ہاتھ اور یہ کان خدا تعالیٰ
کے کان اور یہ پاؤں خدا تعالیٰ کے پاؤں
ہیں۔ کیونکہ وہ تمام اعضاء اور قوتیں للّٰہی
راہوں میں خدا تعالیٰ کے ارادوں سے پُر
ہو کر اور اُس کی خواہشوں کی تصویر بن
کر اس لائق ہو جاتے ہیں۔ کہ اُن کو اُسی
کا رُوپ کہا جاوے۔ وجہ یہ کہ جیسے ایک
شخص کے اعضاء پُورے طور پر اُس کی
مرضی اور ارادہ کے تابع ہوتے ہیں۔ ایسا
ہی کامل انسان اُس درجہ پر پہنچ کر خدا
تعالیٰ کی مرضیات و ارادات سے موافقتِ
تامّہ پیدا کر لیتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی
عظمت اور وحدانیّت اور مالکیّت اور
معبودیّت اور اُس کی ہر یک مرضی اور
خواہش کی بات ایسی ہی اُس کو پیاری
معلوم ہوتی ہے۔ کہ جیسی خود خدا تعالےٰ
کو۔ سو یہ عظیم الشان للّٰہی طاعت اور

خدمت جو پیار اور محبّت سے ملی ہوئی اور
خلوص اور حنفیّت تامّہ سے بھری ہوئی ہے۔
یہی اسلام اور اسلام کی حقیقت اور اسلام
کا لُب لباب ہے۔ جو نفس اور خلق اور ہوا
اور ارادہ سے موت حاصل کرنے کے بعد
ملتا ہے ٭

سعادتِ تامّہ کے تین درجے

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رہے۔ کہ آیتِ
موصوفہ بالا یعنے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ
لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝
سعادت تامہ کے تینوں ضروری درجوں یعنے
فنا اور بقا اور لقا کی طرف اشارت
کرتی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان
کر چکے ہیں۔ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کا فقرہ

یہ تعلیم کر رہا ہے - کہ تمام قویٰ اور
اعضاء اور جو کچھ اپنا ہے - خدا تعالے کو
سونپ دینا چاہئے - اور اُس کی راہ
میں وقف کر دینا چاہئے - اور یہ وُہی
کیفیت ہے - جس کا نام دوسرے لفظوں
میں فنا ہے - وجہ یہ کہ جب انسان نے
حسب مفہوم اِس آیتِ ممدوحہ کے اپنا
تمام وجود معہ اُس کی تمام قوّتوں کے
خدا تعالے کو سونپ دیا - اور اُس کی راہ
میں وقف کر دیا - اور اپنی نفسانی جُنبشوں
اور سکونوں سے بکلّی باز آگیا - تو بلا شبہ
ایک قسم کی موت اُس پر طاری ہو گئی
اور اِسی موت کو اہل تصوّف فنا کے
نام سے موسوم کرتے ہیں ؛

درجہ فنا

پھر بعد اس کے وَهُوَ مُحْسِنٌ کا فقرہ
مرتبہ بَقَا کی طرف اِشارہ کرتا ہے کیونکہ
جب اِنسان بعد فنا اکمل و اتم و سلبِ

درجہ بقا

جذباتِ نفسانی - الٰہی جذبہ اور تحریک سے
پھر جنبش میں آیا اور بعد منقطع ہو جانے تمام
نفسانی حرکات کے پھر ربّانی تحریکوں سے
پُر ہو کر حرکت کرنے لگا تو یہ وہ حیاتِ
ثانی ہے - جس کا نام بقا رکھنا چاہئے ؛
پھر بعد اس کے یہ فقرات فَلَهٗ اَجْرُهٗ
عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ جو اثبات و ایجاب اجر
و نفی و سلب خوف و حُزن پر دلالت کرتی
ہیں - یہ حالتِ لِقَا کی طرف اشارہ ہے -
کیونکہ جس وقت انسان کے عرفان اور یقین
اور توکّل اور محبّت میں ایسا مرتبہ عالیہ پیدا
ہو جائے - کہ اُس کے خلوص اور ایمان اور
وفا کا اجر اُس کی نظر میں وہمی اور خیالی
اور ظنّی نہ رہے - بلکہ ایسا یقینی اور قطعی اور
مشہود اور مرئی اور محسوس ہو کہ گویا وہ
اُس کو مل چکا ہے - اور خدا تعالے کے

درجہ لقا

وجود پر ایسا یقین ہو جائے کہ گویا وہ
اُس کو دیکھ رہا ہے۔ اور ہر یک آیندہ
کا خوف اُس کی نظر سے اُٹھ جاوے اور
ہر یک گذشتہ اور موجودہ غم کا نام و نشان
نہ رہے۔ اور ہر یک رُوحانی تنعّم
موجود الوقت نظر آوے۔ تو یہی حالت جو
ہر یک قبض اور کدورت سے پاک اور ہر
یک دغدغہ اور شک سے محفوظ اور ہر یک
دردِ انتظار سے منزّہ ہے۔ لقا کے نام سے
موسوم ہے۔ اور اِس مرتبہ لقا پر مُحسِنٌ
کا لفظ جو آیت میں موجود ہے۔ نہایت
صراحت سے دلالت کر رہا ہے کیونکہ احسان
حسب تشریح نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم
اُسی حالتِ کاملہ کا نام ہے۔ کہ جب انسان
اپنی پرستش کی حالت میں خدا تعالےٰ سے
ایسا تعلّق پیدا کرے۔ کہ گویا اس کو دیکھ

رہا ہے ٭

اطفال اللہ کون ہیں

اور یہ لقا کا مرتبہ تب سالک کیلئے
کامل طور پر متحقّق ہوتا ہے۔ کہ جب ربّانی
رنگ بشریت کے رنگ و بو کو بتمام و کمال
اپنے رنگ کے نیچے متواری اور پوشیدہ کر
دیوے۔ جس طرح آگ لوہے کے رنگ کو
اپنے نیچے ایسا چھپا لیتی ہے۔ کہ نظرِ ظاہر
میں بجُز آگ کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا
یہ وُہی مقام ہے۔ جس پر پہنچ کر بعض
سالکین نے لغزشیں کھائی ہیں۔ اور شہُودی
پیوند کو وجودی پیوند کے رنگ میں سمجھ لیا
ہے۔ اِس مقام میں جو اولیاء اللہ پہنچے ہیں
یا جن کو اس میں کوئی گھونٹ میسّر آگیا ہے
بعض اہل تصوّف نے اُن کا نام اطفال
اللہ رکھ دیا ہے۔ اس مناسبت سے کہ

وہ لوگ صفات الٰہی کے کنارِ عاطفت میں بچّے
جا پڑے ہیں۔ اور جیسے ایک شخص کا لڑکا
اپنے حلیہ اور خط و خال میں کچھ اپنے باپ
سے مناسبت رکھتا ہے۔ ویسا ہی اُن کو بھی
ظلّی طور پر بوجہ تخلّق باخلاق اللہ خدا تعالےٰ
کی صفاتِ جمیلہ سے کچھ مناسبت پیدا ہو گئی
ہے۔ ایسے نام اگرچہ کھلے کھلے طور پر بزبان
شرع مستعمل نہیں ہیں۔ مگر درحقیقت عارفوں
نے قرآن کریم سے ہی اس کو استنباط کیا
ہے۔ کیونکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ فَاذْكُرُوا
اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ یعنے
اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو۔ کہ جیسے تم اپنے باپوں
کو یاد کرتے ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اگر مجازی طور
پر ان الفاظ کا بولنا منہیّات شرع سے ہوتا
تو خدا تعالےٰ ایسی طرز سے اپنی کلام کو
منزّہ رکھتا۔ جس سے اِس اطلاق کا جواز
مستنبط ہو سکتا ہے ۔

حضرت نبی کریمؐ کے اقتداری معجزات

اور اِس درجہ لقا میں بعض اوقات اِنسان
سے ایسے اُمور صادر ہوتے ہیں۔ کہ جو بشریت
کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں
اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں
جیسے ہمارے سَیِّد و مَولیٰ سَیِّدُ الرُّسُل
حَضْرَتُ خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی
مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دُعا کے
ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی رُوحانی طاقت
سے چلائی مگر اُس مٹھی نے خدائی طاقت
دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت
اُس کا اثر پڑا کہ کوئی اُن میں سے ایسا نہ
رہا۔ کہ جس کی آنکھ پر اُس کا اثر نہ پہنچا
ہو۔ اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے۔

اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو
گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اسی
معجزہ کی طرف اللہ جلّشانہٗ اِس آیت میں اشارہ
وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى
یعنی جب تو نے اُس مٹھی کو پھینکا وہ تُو نے
نہیں پھینکا۔ بلکہ خُدا تعالیٰ نے پھینکا۔ یعنی در
پردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت
کا یہ کام نہ تھا۔

اور ایسا ہی دُوسرا[۲] معجزہ آنحضرت صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا جو شَقُّ الْقَمَر ہے۔
اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا کوئی
اُس کے ساتھ شامل نہ تھی۔ کیونکہ وہ صرف
اُنگلی کے اشارہ سے جو الٰہی طاقت سے بھری
ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا۔ اور اِس قسم
کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف
ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دُعا

نہ تھی۔ کئی[۳] دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف
ایک پیالہ میں تھا۔ اپنی اُنگلیوں کو اُس پانی
کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر
دیا کہ تمام لشکر اور اُونٹوں اور گھوڑوں نے
وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی
مقدار پر موجود تھا۔ اور کئی[۴] دفعہ دُو چار
روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزارہا بھوکوں
پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا۔ اور[۵] بعض
اوقات تھوڑے دودھ کو اپنی لبوں سے برکت
دے کر ایک جماعت کا پیٹ اُس سے بھر
دیا۔ اور بعض[۶] اوقات شور آب کنوئیں
میں اپنے مُنہ کا لعاب ڈال کر اُس کو
نہایت شیریں کر دیا۔ اور بعض[۷] اوقات
سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر اِن کو
اچھا کر دیا۔ اور بعض[۸] اوقات آنکھوں کو
جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا
پڑے تھے۔ اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر

درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے
کام اپنے ذاتی اقتدار سے کیئے جن کے ساتھ
ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی مخلوط تھی ؛

زمانۂ حال کے فلسفی اور نیچری

حال کے برہمو اور فلسفی اور نیچری اگر ان
معجزات سے انکار کریں۔ تو وہ معذور ہیں۔
کیونکہ وُہ اُس مرتبہ کو شناخت نہیں کر سکتے
جس میں ظلّی طور پر الٰہی طاقت انسان کو ملتی
ہے۔ پس اگر وہ ایسی باتوں پر ہنسیں۔ تو
وہ اپنے ہنسنے میں بھی معذور ہیں۔ کیونکہ
اُنہوں نے بجز طفلانہ حالت کے اور کسی درجۂ
رُوحانی بلُوغ کو طے نہیں کیا۔ اور نہ صرف
اپنی حالت ناقص رکھتے ہیں۔ بلکہ اِس بات
پر خوش ہیں کہ اسی حالتِ ناقصہ میں مریں بھی۔

اِسلام اور عیسائیت

مگر زیادہ تر افسوس اُن عیسائیوں پر
ہے۔ جو بعض خوارق اِسی کے مشابہ مگر
اِن سے ادنیٰ حضرت مسیح میں سُن سُنا کر اُن
کی اُلوہیت کی دلیل ٹھہرا بیٹھے ہیں۔ اور کہتے
ہیں۔ کہ حضرت مسیح کا مُردوں کا زندہ کرنا اور
مفلُوجوں اور مجذُوموں کا اچھا کرنا اپنے اقتدار
سے تھا۔ کسی دُعا سے نہیں تھا۔ اور یہ دلیل
اس بات پر ہے۔ کہ وُہ حقیقی طور پر ابن
اللہ بلکہ خُدا تھا۔ لیکن افسوس کہ اِن بیچاروں
کو خبر نہیں۔ کہ اگر انہیں باتوں سے اِنسان
خدا بن جاتا ہے۔ تو اِس خدائی کا زیادہ تر
استحقاق ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو ہے۔ کیونکہ اس قسم کے اقتداری
خوارق جس قدر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم

نے دکھلائے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السّلام ہرگز
دکھلا نہیں سکے۔ اور ہمارے ہادی و مقتدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے یہ اِقتداری خوارق نہ صرف
آپ ہی دکھلائے۔ بلکہ اِن خوارق کا ایک
لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی اُمّت میں
چھوڑ دیا جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں حسب ضرورت
زمانہ ظہور میں آتا رہا ہے۔ اور اس دنیا کے
آخری دنوں تک اِسی طرح ظاہر ہوتا رہیگا۔
اور الہٰی طاقت کا پرتوہ جس قدر اِس اُمت کی
مُقدّس رُوحوں پر پڑا ہے۔ اِس کی نظیر
دوسری اُمتوں میں ملنی مشکل ہے۔ پھر کس
قدر بیوقوفی ہے۔ کہ اِن خارق عادت امور
کی وجہ سے کسی کو خدا یا خُدا کا بیٹا قرار دیا
جائے۔ اگر ایسے ہی خوارق سے انسان خدا
بن سکتا ہے۔ تو پھر خداؤں کا کچھ اِنتہا بھی
ہے؟

اِقتداری معجزات کا مقام

لیکن یہ بات اِس جگہ یاد رکھنے کے لائق
ہے۔ کہ اس قسم کے اقتداری خوارق گو
خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتے ہیں۔ مگر
پھر بھی خُدا تعالےٰ کے اُن خاص افعال سے
جو بلا توسّط ارادہ غیری ظہور میں آتے ہیں
کسی طور سے برابری نہیں کر سکتے اور نہ برابر
ہونا اُن کا مناسب ہے۔ اِسی وجہ سے جب
کوئی نبی یا ولی اقتداری طور پر بغیر توسّط
کسی دُعا کے کوئی ایسا اَمر خارق عادت
دکھلاوے۔ جو انسان کو کسی حیلہ اور تدبیر اور
علاج سے اس کی قوّت نہیں دی گئی تو نبی
کا وہ فعل خُدا تعالےٰ کے اُن افعال سے
کم رتبہ پر رہیگا۔ جو خُود خدا تعالیٰ علانیہ

اور بالجہر اپنی قوّتِ کاملہ سے ظہور میں لاتا
ہے - یعنی ایسا اِقتداری معجزہ بہ نسبت دوسرے
الٰہی کاموں کے جو بلا واسطہ اللہ جلّشانہ سے
ظہور میں آتے ہیں - ضرور کچھ نقص اور کمزوری
اپنے اندر موجود رکھتا ہو گا تا سرسری نگاہ والوں
کی نظر میں تَشَابَہَ فِی الْخَلْقِ واقع نہ
ہو - اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام
کا عصا باوجود اس کے کہ کئی دفعہ سانپ
بنا - لیکن آخر عصا کا عصا ہی رہا - اور حضرت
مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر
اُن کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے - مگر
پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھے - اور کہیں خُدا تعالیٰ
نے یہ نہ فرمایا - کہ وُہ زِندہ بھی ہو گئیں اَور ہمارے

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے

اِقتداری خوارق میں

چونکہ طاقت الٰہی سب سے زیادہ بھری ہوئی

تھی - کیونکہ وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
تجلّیاتِ الٰہیہ کے لئے اتم و اعلیٰ و ارفع
و اکمل نمونہ تھا - اس لئے ہماری نظر میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداری خوارق
کو کسی درجۂ بشریّت پر مقرر کرنے سے قاصر ہیں
مگر تاہم ہمارا اِس پر ایمان ہے کہ اِس جگہ
بھی اللہ جلّشانہ اَور اُس کے رسولِ کریم کے
فعل میں مخفی طور پر کچھ فرق ضرور ہو گا ؎

اہل اللہ کا مقام

اب اِن تحریرات سے ہماری غرض اِس
قدر ہے - کہ لِقَا کا مرتبہ جب کسی اِنسان
کو میّسر آتا ہے - تو اُس مرتبہ کی توّجہ کے اوقات
میں الٰہی کام ضرور اُس سے صادر ہوتے ہیں
اور ایسے شخص کی گہری صحبت میں جو شخص ایک
حصّہ عمر کا بسر کرے تو ضرور کچھ نہ کچھ یہ اقتداری
خوارق مشاہدہ کرے گا - کیونکہ اِس توّجہ کی

حالت میں کچھ الٰہی صفات کا رنگ ظلّی طور پر
انسان میں آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کا
رحم خُدا تعالےٰ کا رحم اور اُس کا غضب خُدا
تعالیٰ کا غضب ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات
وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہے۔ کہ فلاں چیز
پیدا ہو جائے۔ تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور
کسی پر غضب کی نظر سے دیکھتا ہے۔ تو اُس
پر کوئی وبال نازل ہو جاتا ہے۔ اور کسی کو
رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ تو وہ خُدا
تعالےٰ کے نزدیک موردِ رحم ہو جاتا ہے
اور جیسا کہ خُدا تعالیٰ کا کُنْ دائمی طور پر
نتیجۂ مقصودہ کو بلا تخلّف پیدا کرتا ہے۔ ایسا ہی
اِس کا کُنْ بھی اُس توجّہ اور مدّ کی حالت
میں خطا نہیں جاتا۔ اور جیسا کہ میں بیان
کر چکا ہوں۔ ان اقتداری خوارق کی اصل
وجہ یہی ہوتی ہے۔ کہ یہ شخص شدّتِ اتصال

کی وجہ سے خدائے عزّ و جلّ کے رنگ سے
ظلّی طور پر رنگین ہو جاتا ہے۔ اور تجلّیاتِ
الٰہیہ اس پر دائمی قبضہ کر لیتے ہیں اور محبوبِ
حقیقی حجبِ حائلہ کو درمیان سے اُٹھا کر نہایت
شدید قُرب کی وجہ سے ہم آغوش ہو جاتا ہے
اور جیسا کہ وہ خود مبارک ہے۔ ایسا ہی اِس
کے اقوال و افعال و حرکات اور سکنات اور
خوراک اور پوشاک اور مکان اور زمان اور
اِس کے جمیع لوازم میں برکت رکھ دیتا ہے تب
ہر یک چیز جو اس سے مسّ کرتی ہے۔ بغیر اِس
کے جو یہ دُعا کرے برکت پاتی ہے اِس کے
مکان میں برکت ہوتی ہے۔ اس کے دروازوں
کے آستانے برکت سے بھرے ہوتے ہیں اس
کے گھر کے دروازوں پر برکت برستی ہے۔ جو
ہر دم اِس کو مشاہدہ ہوتی ہے۔ اور اُس کی
خوشبو اُس کو آتی ہے۔ جب یہ سفر کرے
تو خدا تعالیٰ معہ اپنی تمام برکتوں کے اس کے

ساتھ ہوتا ہے - اور جب یہ گھر میں آوے
تو ایک دریا نُور کا ساتھ لاتا ہے - غرض یہ
عجیب اِنسان ہوتا ہے - جس کی کُنہ بجز خدا تعالیٰ
کے اور کوئی نہیں جانتا ؎

مرتبۂ بقا کی کیفیّت

اِس جگہ یہ بھی واضح رہے - کہ فَنَا
فِی اللّٰہِ کے درجہ کی تحقّق کے بعد یعنے
اُس درجہ کے بعد جو اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ
کے مفہُوم کو لازم ہے - جس کو صوفی فنا
کے نام سے اور قرآن کریم استقامت کے
اسم سے موسُوم کرتا ہے - درجۂ بقا اَور
لقا کا بلا توقّف پیچھے آنے والا ہے - یعنی
جب کہ اِنسان خلق اَور ہوَا اَور اِرادہ سے
بکلّی خالی ہو کر فنا کی حالت کو پہنچ گیا - تو
اس حالت کے راسخ ہونے کے ساتھ ہی بقا
کا درجہ شروع ہو جاتا ہے - مگر جب تک

یہ حالت راسخ نہ ہو اور خدا تعالےٰ کی طرف
بکلّی جُھک جانا ایک طبیعی امر نہ ٹھہر جائے تب
تک مرتبہ بقا کا پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مرتبہ
صرف اُسی وقت پیدا ہو گا - کہ جب ہر ایک
اطاعت کا تصنّع درمیان سے اُٹھ جائے اور
ایک طبعی روئیدگی کی طرح فرمانبرداری کی
سرسبز اور لہراتی ہُوئی شاخیں دل سے جوش
مار کر نکلیں اور واقعی طور پر سب کچھ جو
اپنا سمجھا جاتا ہے - خُدا تعالیٰ کا ہو جائے
اور جیسے دُوسرے لوگ ہوا پرستی میں لذّت
اُٹھاتے ہیں اِس شخص کی تمام کامل لذّتیں
پرستش اور یاد الہٰی میں ہوں - اور بجائے
نفسانی اِرادوں کے خُدا تعالےٰ کی مرضیات
جگہ پکڑ لیں ؎

مرتبۂ لقا کی کیفیّت

پھر جب یہ بقا کی حالت بخوبی استحکام
پکڑ جائے - اور سالک کے رگ و ریشہ میں
داخل ہو جائے - اور اُس کا جُزوِ وجود بن
جائے - اور ایک نور آسمان سے
اُترتا ہؤا دِکھائی دے - جس کے نازل
ہونے کے ساتھ ہی تمام پردے دُور ہو
جائیں - اور نہایت لطیف اور شیریں اور
حلاوت سے ملی ہوئی ایک محبّت دل میں
پیدا ہو جو پہلے نہیں تھی اور ایک ایسی خنکی
اور اطمینان اور سکینت اور سرور دل کو
محسوس ہو کہ جیسے ایک نہایت پیارے دوست
مدّت کے بچھڑے ہوئے کی یکدفعہ ملنے اور
بغلگیر ہونے سے محسوس ہوتی ہے - اور خدا
تعالیٰ کے روشن اور لذیذ اور مبارک اور سرور

بخش اور فصیح اور معطّر اور مبشّرانہ کلمات اُٹھتے
اور بیٹھتے اور سوتے اور جاگتے اِس طرح پر نازل
ہونے شروع ہو جائیں - کہ جیسے ایک ٹھنڈی اور
دِلکش اور پُر خوشبو ہوا ایک گلزار پر گذر کر
آتی اور صُبح کے وقت چلنی شروع ہوتی - اور
اپنے ساتھ ایک سُکر اور سُرور لاتی ہے - اور
اِنسان خُدا تعالیٰ کی طرف ایسا کھینچا جائے - کہ
بغیر اُس کی محبّت اور عاشقانہ تصوّر کے جی نہ
سکے - اور نہ یہ کہ مال اور جان و عزّت اور
اولاد اور جو کُچھ اس کا ہے - قُربان کرنے کے
لئے طیّار ہو بلکہ اپنے دل میں قُربان کر ہی
چکا ہو - اور ایسی ایک زبردست کشش سے کھینچا
گیا ہو جو نہیں جانتا کہ اُسے کیا ہو گیا - اور
نورانیت کا بشدّت اپنے اندر انتشار پاوے
جیسا کہ دن چڑھا ہؤا ہوتا ہے - اور صدق
اور محبّت اور وفا کی نہریں بڑے زور سے
چلتی ہوئی اپنے اندر مشاہدہ کرے اور لمحہ بہ لمحہ

ایسا احساس کرتا ہو کہ

گویا خدا تعالیٰ اُسکے قلب پر اُترا ہُوا ہے

جب یہ حالت اپنی تمام علامتوں کے ساتھ محسوس ہو
تب خوشی کرو اور محبوبِ حقیقی کا شکر بجا لاؤ کہ
یہی وہ انتہائی مقام ہے جس کا نام لَقَا رکھا گیا ہے

مقام بقا اور لقا وہبی ہے کسبی نہیں

اِس آخری مقام میں اِنسان ایسا احساس کرتا
ہے ۔ کہ گویا بہت سے پاک پانیوں سے اُس کو
دھو کر اور نفسانیت کا کُلّی رگ و ریشہ اُس سے
الگ کرکے نئے سرے اُس کو پیدا کیا گیا اور
پھر ربّ العالمین کا تخت اُسکے اندر بچھایا گیا اور
خدائے پاک و قدّوس کا چمکتا ہوا چہرہ اپنے تمام
دِلکش حُسن و جمال کے ساتھ ہمیشہ کے لئے اُس
کے سامنے موجود ہو گیا ہے ۔ مگر ساتھ اُس کے
یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ یہ دونوں آخری درجہ

بقا اور لقا کے کسبی نہیں ہیں ۔ بلکہ وہبی ہیں اور
کسب اور جدّ و جہد کی حد صرف فنا کے درجہ
تک ہے اور اسی حد تک تمام راستباز سالکوں
کا سیر و سلوک ختم ہوتا ہے اور دائرہ کمالاتِ
انسانیہ کا اپنے استعدادتِ تامّہ کو پہنچتا ہے اور
جب اِس درجہ فنا کو پاک باطن لوگ جیسا کہ
چاہیئے طے کر چکتے ہیں ۔ تو عادت الٰہیہ اِسی
طرح پر جاری ہے کہ بیک دفعہ عنایت اِلٰہی
کی نسیم چل کر بقا اور لقا کے درجہ تک
اُنہیں پہنچا دیتی ہے ۔

رُوح القدس کی پیدائش

اب اِس تحقیق سے ظاہر ہے ۔ کہ اس سفر کی
تمام صعُوبتیں اور مشقّتیں فنا کی حد تک ہی ہیں
اور پھر اِس سے آگے گذر کر اِنسان کی سعی
اور کوشش اور مشقّت اور محنت کو دخل نہیں
بلکہ وہ محبّتِ صافیہ جو فنا کی حالت میں خداوندِ کریم

و جلیل سے پیدا ہوتی ہے۔ الٰہی محبت کا خود
بخود اُس پر ایک نمایاں شعلہ پڑتا ہے جس کو
مرتبۂ بَقَا اور لقا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جب
محبّتِ الٰہی بندہ کی محبت پر نازل ہوتی ہے۔
تب دونوں محبّتوں کے ملنے سے رُوح القُدس
کا ایک روشن اور کامل سایہ انسان کے دل
میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اور لقا کے مرتبہ پر
اُس رُوح القدس کی روشنی نہایت ہی نمایاں
ہوتی ہے۔ اور اقتداری خوارق جن کا ابھی ہم
ذکر کر آئے ہیں۔ اِسی وجہ سے ایسے لوگوں سے
صادر ہوتے ہیں۔ کہ یہ رُوح القُدُس کی روشنی
ہر وقت اور ہر حال میں اُن کے شامل حال
ہوتی ہے۔ اور اُن کے اندر سکونت رکھتی ہے۔ اور
وہ اُس روشنی سے کبھی اور کسی حال میں جدا
نہیں ہوتے اور نہ وہ روشنی اُن سے جدا ہوتی
ہے۔ وہ روشنی ہر دم اُن کے تنفّس کے ساتھ
نکلتی ہے۔ اور اُن کی نظر کے ساتھ ہر ایک چیز

پر پڑتی ہے۔ اور اُن کی کلام کے ساتھ اپنی
نورانیّت لوگوں کو دکھلائی ہے۔ اُسی روشنی کا
نام رُوح القدس ہے۔ مگر یہ حقیقی رُوح القدس
نہیں۔ حقیقی رُوح القدس وہ ہے۔ جو آسمان پر ہے
یہ رُوح القدس اُس کا ظلّ ہے۔ جو پاک سینوں
اور دلوں اور دماغوں میں ہمیشہ کے لئے آباد ہو
جاتا ہے۔ اور ایک طرفۃ العین کے لئے بھی اُن
سے جدا نہیں ہوتا اور جو شخص تجویز کرتا ہے
کہ یہ رُوح القُدُس کسی وقت اپنی تمام
تاثیرات کے ساتھ اُن سے جُدا ہو جاتا ہے وہ
شخص سَراسر باطل پر ہے اور اپنے پُر ظلمت
خیال سے خُدا تعالیٰ کے مقدّس برگزیدوں کی
توہین کرتا ہے ہاں یہ سچ ہے کہ حقیقی رُوح القدس
تو اپنے مقام پر ہی رہتا ہے۔ لیکن رُوحُ القُدُس
کا سایہ جس کا نام مجازاً رُوح القدس ہی رکھا
جاتا ہے۔ اُن سینوں اور دلوں اور دماغوں اور
تمام اعضا میں داخل ہوتا ہے۔ جو مرتبۂ بَقَا اور

لِقا کا پا کر اِس لائق ٹھہر جاتے ہیں کہ اُن
کی نہائیت اصفےٰ اور اجلیٰ محبّت پر خُدا تعالیٰ
کی کامل محبّت اپنی برکات کے ساتھ نازل ہو
اور جب وہ رُوح القدس نازل ہوتا ہے۔ تو
اُس اِنسان کے وجُود سے ایسا تعلّق پکڑ جاتا
ہے۔ کہ جیسے جان کا تعلّق جسم سے ہوتا ہے۔
وہ قوت بینائی بن کر آنکھوں میں کام دیتا
ہے۔ اور قوّت شنوائی کا جامہ پہن کر کانوں
کو رُوحانی حِسّ بخشتا ہے۔ وہ زبان کی گویائی
اور دل کے تقوٰے اور دماغ کی ہشیاری بن
جاتا ہے۔ اور ہاتھوں میں بھی سرایت کرتا ہے
اور پَیروں میں بھی اپنا اثر پہنچاتا ہے۔ غرض
تمام ظلمت کو وجود میں سے اُٹھا دیتا ہے اور
سر کے بالوں سے لے کر پیروں کے ناخنوں تک
منوّر کر دیتا ہے ؂

(از آئینۂ کمالاتِ اِسلام)

حقیقتِ اِسلام کے حصُول کے وسائل

جاننا چاہئے۔ کہ کسی شے کا وسیلہ اُس چیز کو
کہا جاتا ہے۔ جس کے ٹھیک ٹھیک استعمال یا مدد
سے اُس شے کا میسّر آ جانا ضروری ہو اور اُس
کے عوض اُس کی نقیض کا استعمال کرنا موجبِ
بُعد و ناکامی ہو ؂

بعد اِس کے واضح ہو کہ اگرچہ قرآن کریم نے
حقیقتِ اسلامیہ کی تحصیل کے لئے بہت سے وسائل
بیان فرمائے ہیں۔ مگر درحقیقت اُن سب کا
مآل دو قسم پر ہی جا ٹھہرتا ہے۔ اوّل یہ کہ
خُدا تعالےٰ کی ہستی اور اُس کی مالکیّت تامّہ
اَور اُس کی قدرت تامّہ اَور اُس کی حکومتِ تامّہ
اور اُسکے علم تام اور اُس کے حساب تام اور
نیز اُس کے واحد لاشریک اَور حیّ قیوّم اور
اور حاضر ناظر ذو الاقتدار اور ازلی ابدی ہونے
میں اور اُس کی تمام قوّتوں اور طاقتوں اَور

جمیع جلال اور کمال کے ساتھ یگانہ ہونے میں
پُورا پُورا یقین آ جائے - یہاں تک کہ ہر ایک
ذرّہ اپنے وجود اور اِس تمام عالم کے وجود
کا اُس کے تصرّف اور حکم میں دکھائی دے
اور هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ کی تصویر
سامنے نظر آ جاوے - اور نقشِ راسخ بِيَدِهٖ
مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا
جلی قلم کے ساتھ دل میں لکھا جائے - یہاں
تک کہ اُس کی عظمت اور ہیبت اور کبریائی
تمام نفسانی جذبات کو اپنی قہری شعاعوں سے
مضمحل اور خیرہ کر کے اُن کی جگہ لے لے -
اور ایک دائمی رُعب اپنا دل پر جما دے
اور اپنے قہری حملہ سے نفسانی سلطنت کے
تخت کو خاکِ مذلّت میں پھینک دیوے -
اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیوے اور اپنے
خوفناک کرشموں سے غفلت کی دیواروں
کو گرا دے - اور تکبّر کے میناروں کو

توڑ دے - اور ظلمتِ بشری کی حکومتیں وجود
انسانی کی دار السّلطنت سے بکُلّی اٹھا دیوے
اور جو جذبات نفس امّارہ کی طبیعتِ انسانی
پر حکومت کرتے تھے - اور با عزّت سمجھے
گئے تھے - اُن کو ذلیل اور خوار اور ہیچ اور
بیمقدار کر کے دکھلا دیوے ؛

حُسن و اِحسان اِلٰہی کی یاد

دوّم یہ کہ اللہ جلّشانہٗ کے حُسن و اِحسان
پر اطّلاعِ وافر پیدا کرے کیونکہ کامل درجہ
کی محبّت یا تو حُسن کے ذریعہ سے پیدا ہوتی
ہے - اور یا احسان کے ذریعہ سے اور
اللہ جلّشانہ کا حُسن اُس کی ذات اور
صفات کی خُوبیاں ہیں - اور خُوبیاں یہ ہیں
کہ وہ خیر محض ہے - اور مبدأ ہے جمیع
فیضوں کا اور مصدر ہے تمام خیرات کا

اور جامع ہے تمام کمالات کا اور مرجع
ہے - ہر یک امر کا اور موجد ہے تمام
وجُودوں کا اور علّتُ العلل ہے ہر ایک
موثّر کا جس کی تاثیر یا عدم تاثیر ہر ایک
وقت اُس کے قبضہ میں ہے - اور واحد لَا
شَریک ہے - اپنی ذات میں اَور صفات
میں اَور اقوال میں افعال میں اور اپنے
تمام کمالوں میں اَور ازلی اور ابدی ہے
اپنی جمیع صفاتِ کاملہ کے ساتھ - بڑا ہی
نیک اور بڑا ہی رحیم باوجود قدرتِ کاملہ
سزا دہی کے ہزاروں برسوں کی خطائیں
ایک دم کے رجُوع میں بخشنے والا - بڑا ہے
حلیم اور بُردبار اَور پردہ پوش - کروڑ ہا
نفرت کے کاموں اَور مکروہ گناہوں کو
دیکھنے والا اَور پھر جلد نہ پکڑنے والا
اگر اُس کا رُوحانی جمال تمثّل کے طور پر
ظاہر ہو تو ہر یک دل پروانہ کی طرح

اُس پر گرے پر اُس نے اپنا جمال غیروں
نے چھپایا اور اُنھیں پر ظاہر کیا جو صدق
سے اُس کو ڈھونڈھتے ہیں - اُس نے ہر ایک
خوبصورت چیز پر اپنے حُسن کا پرتوہ ڈالا
اگر آفتاب ہے یا ماہتاب یا وہ سیّارے جو
چمکتے ہوئے نہایت پیارے معلوم ہوتے
ہیں یا خُوبصورت انسانوں کے منہ جو دلکش
اَور ملیح دکھائی دیتے ہیں - یا وہ تازہ
اَور تر بتر اَور خوشنما پھول جو اپنے رنگ
اَور بُو اَور آب و تاب سے دلوں کو اپنی
طرف کھینچتے ہیں - یہ سب دَر حقیقت ظلّی
طور پر اُس حُسنِ لازوال سے ایک
ذرّہ کے موافق حِصّہ لیتے ہیں - وُہ حُسنِ
ظنّی اَور وہم اَور خیال نہیں - بلکہ یقینی
اور قطعی اور نہایت روشن ہے جس کے
تصوّر سے تمام نظریں خیرہ ہوتی ہیں اَور
پاک دل اُس کی طرف کھینچے جاتے ہیں -

اُور اُس محبوبِ حقیقی کے احسانات جو
انسان پر ہیں۔ وہ دفتروں میں سما نہیں
سکتے کیونکہ اُس کی نعمتیں بے شمار ہیں گناہ
پر گناہ دیکھتا ہے اُور احسان پر احسان کرتا ہے
اُور خطا پر خطا پاتا ہے اُور نعمت پر نِعمت
دیتا ہے۔ در حقیقت نہ زیدؔ ہم سے کچھ بھلائی
کر سکتا ہے۔ اور نہ بکرؔ نہ آفتاب اپنی
روشنی سے ہم کو کچھ فائدہ پہُنچا سکتا ہے نہ
ماہتاب اپنے نور سے ہم کو کوئی نفع دے
سکتا ہے نہ ستارے ہمارے کام آ سکتے ہیں
نہ اُن کی تاثیر کچُھ چیز ہے۔ اَیسا ہی نہ
دوست کام آ سکتا ہے نہ فرزند غرض
کوئی چیز بھی ہمیں آرام نہیں پہُنچا سکتی۔
جب تک وُہ اِرادہ نہ فرماوے ؀

(از آئینۂ کمالاتِ اِسلام)

ملنے کا پتہ
ابُو حنیف قاضی علی محمدؐ مدرّس گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانولہ